خالق کی تصویر قرآن اور بائبل کی نظر میں، ایک تقابلی مطالعہ

(گورڈن ڈی نکل کی کتاب "دی قرآن وِد کرسچن کمنٹری" کے تناظر میں)

The concept of Creator in the light of Quran and Bible , a Comparative Study

(in view of Gordon D. Nickle's Book "The Quran with Christian Commentary)

Muhammad Tariq
Ph.D. Scholar, Dept. of Islamic Studies and Religious Affairs, Faculty of Arts and Humanities, University of Malakand, Pakistan:
m.tariq.thana@gmail.com

Dr. Janas Khan
Associate Prof., Dept. of Islamic Studies and Religious Affairs, Faculty of Arts and Humanities, University of Malakand, Pakistan:
drjanaskhan9911@gmail.com

Abstract

God is the Creator of the universe and humanity. In His creation, the element of good and evil has existed since eternity, and a perpetual struggle between them continues. In this struggle, the Creator's help always remains with the forces of goodness. Those individuals who support evil are given a respite for a period, but when they do not turn away from their defiance and rebellion, various punishments from the Creator descend upon them.These punishments may take the form of natural disasters such as storms, earthquakes, floods, etc., or they may manifest as the triumph of the virtuous believers over the forces of evil. In such instances, the Creator's assistance and victory are granted to His righteous servants, ensuring the eradication of evil.Examples of such scenarios can be found in the Quran as well as in other religious scriptures. The purpose of these examples is to encourage future generations to reflect on their actions and not become supporters of evil. However according to Gordon D. Nickel, such statements can give rise to religious terrorism and questions regarding the role of the Creator, such as whether He actively removes some people from their cities and participates in wars.The Quran describes one of the attributes of the Creator as "Al-Jabbar", which Gordon D.

Nickel translates as "The Tyrant." According to him, the Quranic depiction is contradicted by the Bible, which portrays the Creator as loving His creation and not participating in human conflicts. In this study, an analysis of Gordon D. Nickel's questions will be undertaken, and an effort will be made to present the true facts.

Keywords: *Gordon D.Nickel, Al.Jabbar, The Tyrant, Religious Terrorism, Role of the Creator.*

تمہید

اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور خالق انسانیت ہے۔اُس کی مخلوق میں ازل ہی سے خیر و شر کا عنصر پایا جاتا ہے، جن کے مابین آغاز ہی سے کشمکش جاری ہے۔اس کشمکش میں خالق کی مدد ہمیشہ خیر کے ساتھ رہی ہے۔بندوں میں سے جو شر کے حامی ہوتے ہیں انہیں ایک مدت تک ڈیل دی جاتی ہے لیکن جب وہ اپنی سرکشی اور بغاوت سے باز نہیں تو خالق کی طرف سے ان پر مختلف عذابوں کا نزول ہوتا ہے۔یہ عذاب کبھی قدرتی آفات کی شکل میں ہوتا ہے، جیسے طوفان، زلزلہ، سیلاب وغیرہ اور کبھی خالق کے نیک بندوں کی غلبے کی شکل میں۔ایسے موقع پر خالق کی مدد و نصرت اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہوتی ہے تاکہ شر کی بیخ کنی کی جائے۔یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے،اور ابد تک جاری رہے گا۔

اس قسم کی مثالیں قرآن میں بھی پائی جاتی ہیں اور دوسری مذہبی کتابوں میں بھی۔ان مثالوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مستقبل میں آنے والے بندے اپنے روئے پر غور کریں اور شر کے حامی نہ بنے۔گورڈن ڈی نکل کا خیال ہے کہ قرآن کے ایسے بیانات سے مذہبی دہشت گردی پھیلتی ہے اور خالق کے کردار سے متعلق سوالات پیدا ہوتے ہیں، کہ خالق بعض انسانوں کے ہاتھوں بعض دوسرے انسانوں کو ان کے شہروں اور سے نکال باہر کرتا ہے۔نیز وہ لڑائی میں ان کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔اسی طرح قرآن خالق کی ایک صفت "جبار" بیان کرتا ہے، جن کا مطلب گورڈن ڈی نکل نے "ظالم" لیا ہے۔آپ کے مطابق قرآن نے خالق کی یہ جو تصویر پیش کی ہے بائبل اس کی تردید کرتا ہے۔بائبل کے مطابق خالق اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے اور انسانی لڑائیوں میں شریک نہیں ہوتا۔اس کے ساتھ کئی دوسرے سوالات ہیں جو انہوں نے قرآن میں بیان کردہ خالق کے کردار کے بارے میں اٹھائے ہیں۔ذیل میں ان تمام نکات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

گورڈن ڈی نکل کا تعارف

گورڈن ڈی نکل 1953ء کو برطانیہ میں پیدا ہوئے۔1987ء میں سکول آف اورئینٹل اینڈ افریقن سڈیز لندن سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی جبکہ یونیورسٹی آف کالگری کینیڈا(University of Calgary) سے 2004ء میں

قرآن کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔آپ ایک عیسائی سکالر اور لکھاری ہیں۔ مسیحیت کے ساتھ ساتھ اسلام کے حوالے سے بھی آپ نے بہت کچھ لکھا ہے آپ نے پاکستان،انڈیا، ملائشیا، کینیڈا اور امریکہ میں قرآن کے موضوع پر لیکچرز دئے۔اس کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے کئی کتب لکھیں جن میں تین نے شہرت پائی۔ مثلاً:

1.Peaceable witness among the Muslim
2.The Gentle Answers to the Muslim Accusation of Biblical Falsification
3.The Quran with Christian Commentary[1]

آپ کو Mennonite Brethren Church کی بھی بھرپور حمایت حاصل رہی۔چرچ کے مختلف افراد نے آپ کو مشورے دئے اور انہیں کی مرہون منت آپ نے پہلی دفعہ اسلام کا مطالعہ کیا۔آپ نے بنگلور میں انسٹیٹیوٹ آف ایڈوانسڈ کرسچن سٹڈیز میں بحیثیت ڈائریکٹر کام کیا۔[2]

آپ بائبل کو خدا کا کلام سمجھتے ہیں اور اسے ایمان کے لئے سند مانتے ہیں۔ کلیسا کے ساتھ آپ کا ایک خاص تعلق ہے اور آپ کی روحانی بڑھوتری اور پرورش میں کلیسا کا اہم کردار ہے۔آپ نے ذمہ دار اور پختہ عیسائیوں کے ساتھ کام کیا ہے ۔آپ آرتھوڈوکس عیسائیوں کے عقیدے اور تعلیمات کو سچا مانتے ہیں۔[3]

عیسائیوں کے علاوہ آپ مسلمان کمیونیٹیز میں بھی کئی سال تک رہے۔[4] آپ نے قرآن کا مطالعہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ مناظرے اور مخاصمے کے تناظر میں کیا۔اس کے ساتھ آپ نے قرآن کے ابتدائی مفسرین کو جواب دینے کو بھی مد نظر رکھا۔[5]

آپ نے اسلام کو کافی گہرائی سے پڑھا اور مسلمان اور غیر مسلمان قارئین کے لئے پورے قرآن کے ترجمے کے ساتھ ساتھ اس کی مختصر تفسیر بھی حاشیوں کی صورت میں لکھی، جو دی قرآن وِد کرسچن کمنٹری کے نام سے شائع ہوئی ہے۔[6]

---

[1] Academia.edu.com‹Gordon D. Nickel, The Quran with Christian Commentary, Zondervan Academic, New York,2020, P.11
[2] The Quran with Christian Commentary, P. 11
[3] Ibid, P. 24
[4] Ibid, P. 2
[5] Ibid, P. 1

جن دوسرے مستشرقین سے آپ متاثر ہیں ان میں اے ایف ایل بیسٹن (A.F.L Beeston)، ہیلمر گیج (Helmer Gatje)، ڈی ایس مارگولیتھ (D. S Morgoliouth) وغیرہ شامل ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ قرآن کے مزید مطالعے کے لئے ان حضرات کی کتب پڑھنے کے مشورہ دیتے ہیں۔ان کے ساتھ بعض مسلمانوں کے بارے میں بھی آپ یہ مشورہ دیتے ہیں۔[7]

اپنی کتاب "دی قرآن وِد کرسچن کمنٹری" میں آپ نے قرآن کے حوالے سے کئی سوالات اٹھائے ہیں، جن میں سے ایک نکتہ اللہ تعالیٰ کی صفت جباریت کے بارے میں ہے۔اس ضمن میں لکھتے ہیں:

God Loves those who fight ….It makes a theological claim by associating Allah with human fighting – especially in this verse…… The New Testament strongly opposes the idea that human fighting is God's way[8].

خدا ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں۔۔۔۔یہ اللہ کو انسانی لڑائیوں کے ساتھ جوڑنے کے حوالے سے ایک مذہبی دعویٰ کرتی ہے۔عہد نامہ جدید اس نظرئے کو سختی سے مسترد کرتا ہے کہ انسانی لڑائیاں خدا کی راہ نہیں ہوسکتی۔مزید لکھتے ہیں:

The opening of this surah says that Allah cast dread into the hearts of people of the Book. This verse says that the " believers" bring more terror or fear (rahba) to the " disbelievers" than Allah. The surah ends with a striking statement about Allah (v 22-24) that proclaims him to be " the peace" (al-salam. 23). The placement of peace to describe Allah , following verses in which Allah expels people, casts terror into hearts (v.2), and is harsh in retribution (v.7), alongside being a compeller or " sole Ruler" (Jabbar, lit. tyrant, v.23), makes for an interesting theological reflection[9].

اس سورت کی ابتداء یہ بتاتی ہے کہ اللہ اہل کتاب کے دلوں میں رعب ڈالتا ہے۔یہ آیت بتاتی ہے کہ "اہل ایمان" غیر مسلموں کے دلوں میں اللہ سے زیادہ رعب اور خوف ڈالتے ہیں۔یہ سورت ایک عجیب اعلان کے ساتھ ختم ہوتی ہے

---

[6] Ibid, P. 3
[7] The Quran with Christian Commentary, P. 18
[8] Gordon. D Nickel, The Quran with Christian Commentary, P. 563, Note: 61.4
[9] Ibid, P. 556

جس کے مطابق وہ "سلام" ہے۔اللہ کے لئے سلامتی کا بیان ان آیات کے بعد آیا ہے جن میں اللہ لوگوں کو باہر نکالتا ہے،دلوں میں رعب ڈالتا ہے، سخت ہے اور انتقام لینے والا ہے۔اس کے ساتھ جابر اور مجبور کرنے والا یا "تنہا حکمران" ہے۔(جبار، لغوی معنی، ظالم۔آیت 23)، یہ ایک دلچسپ مذہبی عکس پیش کرتی ہے۔

This language in the Quran is relevant to the question in the modern world about religion-based "terrorism" and "terrorists"[10].

Such commands raise a question about the character of Allah.[11]

آیت 3 کے مطابق اگر اس جماعت کو نہیں نکالا گیا تو اللہ انہیں اس دنیا میں سزا دے چکا ہوتا۔ مسلمان مفسرین نے اس قصے کو یہودیوں کے ایک قبیلے بنو نضیر کو مدینے سے نکالنے کے ساتھ جوڑا ہے۔دلوں میں خوف ڈالنے کا یہ بیان 33.26 ,8.12 ,31.51 میں مکرر بیان ہوا ہے۔۔۔۔۔۔۔قرآن کی یہ زبان جدید دنیا میں مذہبی دہشت گردی اور دہشت گردوں سے متعلق سوال سے تعلق رکھتی ہے۔اس قسم کے احکامات (یعنی لڑنے سے متعلق) اللہ کے کردار سے متعلق سوال اٹھاتی ہے۔

" محبت کے موضوع پر قرآن اور بائبل میں واضح فرق پایا جاتا ہے، بائبل کے مطابق خدا کی محبت غیر مشروط ہے ۔خدا نے مخلوق سے محبت کہ " جبکہ ہم ابھی تک گنہگار تھے"(Roman 5:8) ۔یہ قرآن میں اللہ کی تصویر سے بالکل مختلف ہے۔ بائبل کا اثبات مزید آگے بڑھتا ہے، کہ خدا نے تاریخ میں اپنی محبت دکھائی اور اپنے بیٹے کو انسانیت کی خاطر مرنے کے لئے بھیج دیا(1John 4:9-10)"۔[12]

درج بالا عبارات میں گورڈن ڈی نکل نے خالق کے حوالے سے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ :

قرآن نے خالق کی جو تصویر پیش کی ہے اس کے مطابق:

---

[10] Gordon. D Nickel, The Quran with Christian Commentary, P. 554, Note: 59.2
[11] Ibid, P. 519
[12] Gordon. D Nickel, The Quran with Christian Commentary, P. 561

خالق انسانی لڑائیوں میں شریک ہوتا ہے، لوگوں کے دلوں میں رعب ڈالتا ہے، اسی طرح اہل ایمان کے ہاتھوں دوسرے انسانوں کو سزائیں دیتا ہے۔ وہ جبار ہے جس کا دوسرا معنی ظالم بھی کیا جا سکتا ہے۔ لوگوں کو ان کے شہروں اور علاقوں سے نکالتا ہے، سزائیں دیتا ہے وغیرہ۔ گورڈن ڈی نکل کے مطابق اس سے مذہبی دہشت گردی جنم لیتی ہے اور اللہ کے کردار سے متعلق سوالات اٹھتے ہیں، نیز بائبل ان خیالات کی تردید کرتا ہے، بائبل کے مطابق خالق محبت کرنے والا ہے۔

مصنف کے خیالات کا جائزہ:

مصنف نے مذکورہ بالا خیالات کا اظہار قرآن کی جن سورتوں کے حوالے سے کیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:
سورہ فُصّلت کی آیات، سورہ حشر کی آیات، سورہ واقعہ کی آیات اور سورہ صف کی آیات۔ ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔
سورہ حشر کی آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافر لوگوں کو ان کے گھروں سے پہلے اجتماع کے موقع پر نکال دیا۔ مسلمانوں تمہیں یہ خیال نہیں تھا کہ وہ نکلیں گے، اور وہ بھی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں گے۔ پھر اللہ ان کے پاس ایسی جگہ سے آیا جہاں ان کا گمان بھی نہیں تھا، اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے۔ لہٰذا اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو"۔[13]

اسی سورت کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ"[14]

---

[13] الحشر:2

Al-Hashr:2

[14] ایضاً:23

Ibid: 23

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جو بادشاہ ہے، تقدس کا مالک ہے، سلامتی دینے والا ہے، امن بخشنے والا ہے، سب کا نگہبان ہے، بڑے اقتدار والا ہے، ہر خرابی کی اصلاح کرنے والا ہے، بڑائی کا مالک ہے۔ پاک ہے اللہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

"سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ"[15]

جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے ہم عنقریب ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیوں کہ انہوں نے اللہ کی خدائی میں ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں اتاری۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ ظالموں کا بدترین ٹھکانہ ہے۔

اسی طرح سورہ انفال میں ارشاد ہے:

"اذ یوحی رَبكَ الی الْمَلَائِكَةِ انی معکم فثبتو الذین آمنوا سنلقی فی قلوب الذین کفرواالرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوامنهم کل بنان"[16]

وہ وقت یاد کرو جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی کے ذریعے حکم دے رہا تھا کہ : میں تمہارے ساتھ ہوں، اب تم مومنوں کے قدم جماؤ، میں کافروں کے دلوں میں رعب طاری کردوں گا، پھر تم گردنوں کے اوپر وار کرو، اور ان کے انگلیوں کے ہر ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

سورہ احزاب میں ارشاد ہے:

"وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا"[17]

---

[15] آل عمران:151

Al-Imran

[16] الانفال:12

Al-anfal:12

[17] الاحزاب:26

Al-ahzab:26

"اور جن اہل کتاب نے ان دشمنوں کی مدد کی تھی، اللہ نے انہیں قلعوں سے نیچے اتارا، اور ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ ان میں سے کچھ کو تم قتل کر رہے تھے اور کچھ کو قیدی بنا رہے تھے"۔

گورڈن ڈی نکل کے مطابق اس قسم کی آیات مذہبی دہشت گردی اور دہشت گردوں سے تعلق رکھتی ہیں اور اللہ کے کردار سے متعلق سوالات اٹھاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ رعب کیوں ڈالتا ہے؟

گورڈن ڈی نکل کے مطابق اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں رعب ڈالتا ہے اور انہیں خوف زدہ کرتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ بلا وجہ ایسا کرتا ہے یا اس کے پیچھے کوئی وجہ ہوتی ہے؟۔ اگر بلا وجہ کرتا ہے پھر تو خالق کے کردار سے متعلق سوال اٹھایا جا سکتا ہے لیکن اگر اس کے پیچھے معقول وجہ ہے تو پھر سوال اٹھانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ذیل میں آیات مذکورہ کی تفصیلات مسلمان مفسرین اور علماء کی آراء کی روشنی میں پیش کی جاتی ہیں۔

گورڈن ڈی نکل نے جن آیات کا حوالہ دیا ہے ان میں سے پہلی آیت سورہ آل عمران کی آیت نمبر 151 ہے۔ ذیل میں اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ علامہ ابن جریرؒ (م: 310ھ) اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

سیلقی اللہ ایھا المومنون فی قلوب الذین کفروا بربھم ، وجحدوا نبوۃ محمدﷺ ممن حاربکم باحد۔الرعب و ھو الجزع والہلع(بما اشرکوا باللہ) یعنی بشرکھم باللہ و عبداتھم بالاصنام ، و طاعتھم الشیطان التی لم اجعل لھم بھا حجۃ و ھی السلطان التی اخبرعزّ وجلّ انہ لم ینزلہ بکفرھم و شرکھم۔وھٰذا وعد من اللہ جل ثناءہ اصحاب رسول اللہ ﷺبالنصر علیٰ اعد ائھم۔[18]

"اے ایمان والو! اللہ ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے اپنے رب پر کفر کیا ہے اور محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا ہے، اور تم سے لڑتے ہیں، کے دلوں میں رعب ڈال دے گا۔ ان کے شرک اور بتوں کے عبادت کی وجہ سے اور شیطان کی اطاعت کی وجہ سے جس پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔۔۔۔۔۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صحابہؓ کے ساتھ ان کے دشمنوں کے مقابلے میں نصرت کا وعدہ ہے"۔

[18] ابن جریر طبری، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، تفسیر جامع البیان عن تاویل آیِ القرآن (تفسیر ابن جریر طبری)، تحقیق: محمود شاکر، دار ابن حزم، بیروت، 1434ھ/2013ء، سورہ آل عمران: 151، ج3، ص156

Ibn.jryrtabari, abujafar Muhammad bnjryrtabari, tafsyrjamy al byan an tawylAayylquran, tehqiq: mehmudshakr. dar ibn hazm, byrut, 1434h/2013, suarhal.imrn, v.3,:156

یہ آیت کن لوگوں کے حوالے سے ہے؟

اس ضمن میں ابن جریرؒ لکھتے ہیں: "کہ جب ابو سفیان اور دوسرے مشرکین احد کے دن مکہ کی طرف لوٹے تو ابو سفیان نے راستے میں رک کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا کہ واپس آ گئے، کیوں کہ تم انہیں قتل کر رہے تھے اور جب تھوڑے سے لوگ رہ گئے تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ واپس جاؤ اور ان کا خاتمہ کر دو۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رعب ڈال دیا۔ ایک اعرابی ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں محمد ﷺ سے مل آیا ہوں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی اور وہ حمراء الاسد تک آ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل کی ''فذكر ابا سفيان حين اراد ان يرجع الى النبیّ ﷺ وما قذف فی قلبه من الرعب۔''[19] "تو ابو سفیان کا ذکر کیا جب اس نے ارادہ کیا کہ نبیؐ کی طرف واپس آئے تو اس کے دل میں اللہ نے رعب ڈال دیا"۔

یہ بات ابن کثیرؒ (م: 774ھ) نے بھی لکھی ہے:

"قذف فی قلب ابی سفیان الرعب فرجع الیٰ مكة"[20]

اللہ تعالیٰ نے ابو سفیان کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ مکہ کی طرف واپس لوٹا۔

ابن ابی حاتم رازیؒ (م: 327ھ) لکھتے ہیں:

"قذف الله فی قلب ابی سفيان فرجع الیٰ مكة فقال النبیؐ ﷺ ان ابا سفيان قد اصاب منكم طرفاًوقد رجع وقذف الله فی قلبه الرعب"[21]

---

[19] ایضاً، ص157

abid: 157

[20] ابن کثیر، ابو الفداء محمد بن اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1428ھ/2006ء، سورہ آل عمران: 151، ج2، ص116

Ibn kasyr, abu.lfidamuhamdbnasmyl bin umrbnkasyral.dimashqi, tfsyrulquranulazim (tafsyr ibn kasyr), dar l kutbilmya, byrut, 1428h/2006, surh al.imrn:151, v 2: 116

[21] رازی، عبد الرحمٰن بن ابی حاتم، تفسیر ابن ابی حاتم (تفسیر بالماثور)، دار لکتب العلمیہ، بیروت، 1428ھ/2006ء، سورہ آل عمران: 151، ج2، ص270

razi, abdurrhmnbnabihatm, tfsr ibn abihatm (tfsrblmasor) darulkutbilmya, byrt, 1428h/2006,surh al.imrn:151, v2: 270

"اللہ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ مکہ کی جانب واپس لوٹا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔۔۔۔اور وہ واپس جا چکا ہے، اللہ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا"۔

ان تشریحات سے یہ بات سامنے آئی کہ آیت کا مصداق ابوسفیان اور اس کے مشرک ساتھی تھے جو جنگ احد سے واپس جا رہے تھے اور راستے میں کسی مقام پر ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ واپس جا کر مسلمانوں کا قلع قمع کرنا چاہئے۔ اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ واپس مکہ کی جانب لوٹ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی مصیبت سے بچا لیا۔

اس وضاحت کے معد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جنگ احد کی مختصر تفصیلات بھی پیش کی جائے تا کہ یہ واضح ہو سکے کہ اصل صورت حال کیا تھی۔

غزوہ احد کا پس منظر

احد کی جنگ 7 شوال یوم شنبہ کو ہجرت کے بتیسویں مہینے میں ہوئی[22] اس سے پہلے غزوہ بدر لڑا گیا تھا جس کی ابتداء مشرکین مکہ کی طرف سے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"هُم بَدَؤُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أ"[23]

جنہوں نے تمہارے خلاف (چھیڑ چھاڑ کرنے میں) پہل کی۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"(بدءوکم)بالقتال(اول مرة)ای نقضوا العهد و اعانوا بنی بکر علیٰ خزاعةو قیل بدءوکم بالقتال یوم بدرٍ"۔[24]

---

[22] ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1433ھ/2012ء، ج1، ص219

tabqt ibn sad, jld 1:219

[23] سورۃ التوبہ: 13

surh tuba: 13

[24] تفسیر قرطبیؒ، سورۃ التوبہ: 13

tfsyrqrtbi, surhtauba: 13

یعنی انہوں نے لڑائی میں پہل کی جب بنو خزاعۃ کے خلاف بنو بکر کی حمایت کی۔ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے بدر میں لڑائی میں پہل کی۔اس آیت میں لڑائی کے آغاز کا ذمہ دار مشرکین کو ٹھہرایا گیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس کی مخالفت کی یا بدر میں ایک ہزار کا لشکر لے کر لڑائی پر اتر آئے۔

اس کے بعد غزوہ احد پیش آیا ہے۔ غزوہ احد میں شکست کے بعد ابو سفیان اپنا سامان تجارت لے کر مکہ پہنچتا ہے اور مشرکین کے سرداروں کے پاس جا کر ان سے درخواست کرتا ہے کہ یہ مال تجارت مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونا چاہئے اور ان کے خلاف لڑائی کی تیاری کی دعوت دیتا ہے۔اس بارے میں وہ عبد اللہ بن ربیع، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور دوسرے لوگوں سے بات کرتا ہے۔یہ سرداران قائل ہو جاتے ہیں اور قریش مکہ کے پاس آکر کہتے ہیں:

"یامعشرقریش ان محمدا قد وتر کم،وقتل خیارکم، فاعینونا بھٰذا المال علیٰ حربه، لعلنا ان ندرک منه ثاراً بنم اصیب منا، ففعلوا فاجتمعت قریش لحرب رسول الله ﷺ حین فعل ذالک ابو سفیان واصحاب العیرباحابیشھاو من اطاعھا من قبائل کنانة واھل تِھامة،وکلاولٰئک قد استعوؤا علیٰ حرب رسول الله ﷺ۔"[25]

"اے جماعت قریش یقیناً محمد (ﷺ) نے تمہیں۔۔۔۔۔اور تمہارے رشتہ داروں کو قتل کیا، تو اس مال سے محمد (ﷺ) کے مقابلے میں لڑنے میں ہماری مدد کرو۔۔۔۔۔ تو انہوں نے ایسا کیا اور وہ سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑائی کے لئے تیار ہو گئے"۔

ابن ہشامؒ لکھتے ہیں:

''ابو سفیان اور تمام سوداگروں نے جن کا یہ مال تھا اس بات کو قبول کیا''۔[26]

غزوہ بدر کی طرح اس جنگ میں بھی پہل مشرکین کی طرف سے ہوئی تھی جس کا اندازہ اس فرمانِ الٰہی سے ہو جاتا ہے:

---

[25]ابن جریر طبری، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ الامم والملوک (تاریخ الطبری)، دارالکتب العلمیہ،بیروت، 1433ھ/2012ء،ج2،ص58

Ibn jaryr, abujafrmuhamdbnjaryrtbri, tarikhal.umamwl.muluk, (tarikhaltabri) dar. al kutbilmya, byrut, 1433h/2012, jld 2: 58

[26]سیرت ابن ہشام،ج2،ص289

sirt ibn hishm, jld 2:289

''جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے وہ اپنے مال اس کام کے لئے خرچ کر رہے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ خرچ تو کریں گے مگر یہ ان کے لئے حسرت کا سبب بن جائے گا، اور آخر کار یہ مغلوب ہو جائیں گے''۔[27]

جنگ احد میں مسلمانوں کی حالت

جنگ احد میں مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان اٹھانا پڑا تھا، جس کی ظاہری وجہ منافقین کی دھوکہ دہی اور مسلمانوں کی تعداد کا کم ہونا تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ کے مطابق اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار اور مشرکین مکہ کی تعداد تین ہزار تھی۔ راستے میں عبداللہ بن اُبی اپنے منافقین ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا تو مسلمانوں کی تعداد سات سو رہ گئی۔[28]

اس کے علاوہ مسلمانوں کے نہایت ہی اہم لوگ اس جنگ میں شہید ہو گئے مثلاً مصعب بن عمیرؓ، انس بن نضرؓ، حضرت حنظلہؓ، حضرت حمزہؓ وغیرہ۔ حضرت انس بن نضرؓ کے جسم پر ستر وار ہو چکے تھے اور ان کا چہرہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ ان کی بہن نے انہیں انگلیوں سے پہچانا۔[29] اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی قتل کی جھوٹی خبریں پھیل گئی تھی جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے مابین بھی بد دلی پھیل گئی تھی۔ انس بن نضرؓ کی حالت کے بارے میں ابن جریرؒ لکھتے ہیں، کہ جب رسول اللہ ﷺ کی موت کی خبر پھیل گئی تو انہوں نے لوگوں سے کہا "فما تصنعون بالحیاۃ بعدہ؟ قوموا فموتوا علیٰ ما مات علیہ رسول اللہ ﷺ"[30]۔ "اس کے بعد تم زندگی کا کیا کرو گے، اٹھو اور اس مقصد کے لئے جان دو

---

[27] سورۃ الانفال: 36

surhanfl: 36

[28] ابن کثیر، ابو الفداء محمد بن اسماعیل بن کثیر، السیرۃ النبویۃ، تحقیق: صدقی جمیل العطار، دار الفکر، بیروت، 1426ھ/2005ء، ج 2، ص 329

ibn kasyr, abu al fda, muhamdbnismylbnkasyr, al.sirtnabwya, tehqiq: sdqijmylattr, daral.fkr, byrut. 1426h/2005.j2:329

[29] تاریخ الطبری، ج 2، ص 66 تا 68

tarkhtabri, jld 2: 66-68

[30] ایضاً

abid

جس کے لئے رسول اللہؐ نے جان دی ہے"۔ مسلمانوں کے مابین ایکافراتفری پھیل چکی تھی اور حالت یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ پکار پکار کر لوگوں کو بھلا رہے تھے "الیّ عباد الله، الیّ عبادالله"۔[31] "اللہ کے بندوں میری طرف آؤ، میری طرف آؤ"۔اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے میں کڑیاں پیوست ہو گئی تھی اور آپ ﷺ کے چہرہ اطہر سے خون جاری ہو گیا تھا۔[32] جنگ کے اختتام پر ابوسفیان اور اور حضرت عمرؓ کے مابین گفتگو ہوتی ہے۔ابوسفیان کہتا ہے، کیا ہم نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا؟ حضرت عمرؓ بولے نہیں بلکہ وہ تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔۔۔۔ پھر ابوسفیان کہتا ہے کہ تمہارے مردوں میں سے بعض کا مثلہ کیا گیا ہے، لیکن نہ تو میں اس کا حکم دیا تھا اور نہ ہی اس سے منع کیا ہے[33]۔یہ تھے وہ حالات جن کے بعد ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی طرف لوٹتا ہے اور راستے میں دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان کے دلوں میں عنقریب رعب ڈال دوں گا۔

گورڈن ڈی نکل کی رائے پر تبصرہ

گورڈن ڈی نکل اگر ان حالات پر غور فرماتے تو یقیناً ان کی رائے بھی یہی ہوتی کہ ایسے مواقع پر اپنے پیروں کاروں کی مدد کرنا اور دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈالنا یقیناً خالق ہی کا خاصہ ہو سکتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ماننے والے اور دوستوں کے ساتھ مدد اور نصرت کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا۔

مستشرقین کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ آدھی بات بتا کر آگے بڑھ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایک عام قاری کے ذہن میں بہت سے شکوک و شبہات جنم لے لیتے ہیں جو مستشرقین کا اصل ہدف اور مقصد ہوتا ہے۔ مذکورہ آیت کا حوالہ دے کر اگر گورڈن ڈی نکل یہ تفصیلات بھی سامنے رکھ دیتے تو یقیناً لوگوں کی رائے مختلف بنتی۔اگر قہ منصف مزاج ہوتے تو ان کی ہمدردی یقیناً ایسے موقع پر مسلمانوں کے ساتھ ہوتی اور اللہ کی طرف سے رعب ڈالنے کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے۔

---

[31] ایضاً، ص67

abid:67

[32] طبقات ابن سعد، ج2، ص34

tbqatibn.sad, jld 2: 34

[33] تاریخ الطبری، ج2، ص71

tarkhtabri, jld 2:71

اس کے بعد ان دوسری آیات کا جائزہ لیا جاتا ہے جنہیں گورڈن ڈی نکل نے اپنی دلیل میں پیش کیا ہے۔

آپ نے دوسرا حوالہ سورانفال کی آیت نمبر 9 کا دیا ہے۔ یہ آیت غزوہ بدر کے ضمن میں اتری ہے جس کے بارے میں پہلے تذکرہ کیا جاچکا ہے کہ یہاں بھی ابتداء مشرکین کی طرف سے کی گئی تھی، نیز مسلمانوں کے مقابلے میں اس موقع پر بھی مشرکین کی تعداد زیادہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو فکر لاحق تھی کہ اگر یہ مٹھی بھر مسلمان دنیا سے مٹ گئے تو دنیا میں اللہ کا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ علامہ ابن جوزیؒ (م: 597ھ) اس پس منظر کے ضمن میں لکھتے ہیں: "بدر کے دن نبی ﷺ اپنے صحابہؓ پر نظر ڈالی جن کی تعداد تین سو سے کچھ اوپر تھی، اور پھر مشریک پر نظر ڈالی جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی، پھر آپ ﷺ قبلہ رو ہوئے اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے اور فرمایا:

"اللھم انجز ما وعدتنی ، اللھم انجز ما وعدتنی، اللھم انک ان تُھلک ھٰذه العصابة لا تُعبد فی الارض ابداً"۔[34]

اے اللہ میرے ساتھ اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر دے، یااللہ گر تو نے اس چھوٹی جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین پر کبھی بھی تیری عبادت نہ ہو سکے گی۔

مسلمانوں کی حالتِ زار کا اندازہ اس ایک عبارت سے لگایا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف مشرکین کی تکبر اور گھمنڈ کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خصوصاًوہ طرز اور انداز اختیا کرنے سے منع فرمادیا۔ ارشاد ربانی ہے: "اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے تھے، اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روک رہے تھے"۔[35]

علامہ ابن جریرؒ آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"ای لا تکونوا کا بی جھل و اصحابه الذین ، قالوا: لا نرجع حتیٰ ناتی بدراً، وننحر الجزر، و نسقی بھا الخمر،و تعزف علینا القیان ، و تسمع بنا لعرب، فلا یزالون یھابوننام، ای لا یکونن امرکم

[34] ابن الجوزی، ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی، زاد المسیر فی اعلم التفسیر، دار لکتب العلمیہ، بیروت، 1429ھ/2012ء، سورہ انفال: 12، ج 3، ص 247

Ibn juzi, ablfrj, jmlal.dnabdal.rhmnbnalibnmhmdal.jzi, zad al. msyr fi ilmal.tfsyr, dr al. ktbal.ilmya,byrut, 1429h/2012,surh anfl:12,jld 3:247

[35] سورۃ الانفال: 47

surh anfl:47

ریاء و لا سمعة ، ولا التماس ما عندالناس، وا خلصوا لله النیة والحسبه فی نصر دینکم ، و مؤازرة نبیکم ، ای لا تعملوا الا الله، ولا تطلبوا غیره۔"[36]

یعنی ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کہا تھا کہ ہم واپس نہیں ہوں گے جب تک کہ بدر میں پہنچ کر اونٹ ذبح نہ کر لے اور شراب نہ پیئے اور گانے والیاں ہمیں گیت نہ سنائے اور اہل عرب ہمیں سن نہ لیں۔ تو تمہارا معاملہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے، یعنی ریا اور دکھاوے سے دور رہو۔ اور ان چیزوں کی طرف التماس نہ کرو جو لوگوں کے پاس ہیں، اور اپنی نیتوں کو اللہ کے لئے اور دین کی نصرت کے لئے نبی کی معاونت کے لئے خالص کر دو، خالص اللہ کے لئے عمل کرو اور دوسری چیزوں کے طلب گار نہ بنو۔

کیا ایسی حالت میں اپنے دوستوں کی مدد کرنا اور دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈالنا خالق کی شان نہیں ہونی چاہیئے ؟ کیا ایسی حالت میں اپنے دوستوں کو دشمنوں کے سہارے چھوڑ دینا چاہیئے کہ وہ جو کرنا چاہیئے ان کے ساتھ کرے ؟۔ اگر ایسی صورت حال ہوتی تو دنیا میں کوئی بھی اپنے خالق کی خاطر قربانی دینے کے لئے تیار نہ ہوتا، لہٰذا گورڈن ڈی نکل کو اپنی رائے پر از سر نو غور کرنا چاہیئے کہ کیا ان کا خیال درست ہے کہ اس سے مذہبی دہشت گردی جنم لے گی ؟۔ کیا اس قسم کی آیات کا دہشت گردی کے ساتھ دور کا بھی کوئی تعلق ہے ؟۔ یقیناً نہیں ہے لیکن یہ بات وہی لوگ تسلیم کریں گے جن کی نظرہ منصفانہ ہو اور دوسروں کی مخالفت میں حق بات کہنے سے نہ کتراتے ہو۔

تیسری آیت سورہ احزاب کی ہے اور اس سے مراد بنو قریظہ ہیں، جیسا کہ ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں :

"وانزل الله الذین اعانوا الاحزاب من قریش و غطفان علیٰ رسول الله واصحابه وذالک هو مظاهرتهم اياه، وعنی بذالک : بنی قریظه و هم الذین ظا هروا الاحزاب علیٰ رسول الله ﷺ۔"[37]

اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اتارا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کے مقابلے میں قریش اور غطفان کی مدد کی تھی۔۔۔۔۔۔اور ان سے مراد بنو قریظہ ہیں اور وہ یہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں لشکروں

[36] تفسیر ابن جریر طبری، سورۃ الانفال:47، ج6، ص24

tfsyr ibn jaryrtabri, surh anfl:47, jld 6:24

[37] ایضاً، سورۃ الاحزاب:28، ج11، ص180

aizn, surah al.ahzb:28, jid 11:180

کی مدد کی تھی"۔ بنو قریظہ اور مسلمانوں کے مابین صلح کا معاہدہ تھا، جو انہوں نے ایسے حالات میں توڑا جبکہ مسلمان سخت مصیبت اور پریشانی میں مبتلا تھے، اور جنگی لحاظ سے نہایت کمزور تھے۔ ایسی حالت میں کفار کے لشکر مسلمانوں کے اوپر اور نیچے دونوں سے چڑھ آئے تھے، اور مسلمانوں کے کلیجے منہ کو آگئے تھے[38]، اور جب مسلمانوں کو ایک سخت بھونچال میں ڈال کر ہلا ڈالا گیا۔[39] اور جب منافقین مسلمانوں کے مابین بد دلی پھیلا رہے تھے اور بھاگنے کے لئے بہانے بناتے رہے کہ ان کے گھر خالی ہیں۔[40] ایسے حالات میں بنو قریظہ کی جانب سے بد عہدی کی جاتی ہے۔[41]، جو مسلمانوں کے لئے مزید صدمے اور مصیبت کا باعث بنتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے حالات میں دشمنوں کے دلوں میں رعب اور خوف پیدا کرنا کیا سچے خالق کی صفت نہیں ہے؟۔ یقیناً ہے اور وہ ایسا ہی کرتا ہے، کہ جب اس کے ماننے والوں اور دوستوں کے مقابلے میں اس کے دشمن سر کشی کی آخری حد تک پہنچ جاتے ہیں اور اللہ کے دوستوں کے لئے کوئی ظاہری سہارا نہ رہے تو وہ ان کی مدد کرتا ہے اور ان کے دشمنوں کے دلوں میں خوف پیدا کر کے اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔

اس کے بعد سورہ حشر کی آیات کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے کہ اللہ نے دلوں میں رعب کیوں ڈالا اور اہل کتاب میں سے بنو نضیر کو ان کے گھروں سے کیوں نکالا۔

مذکورہ آیت میں اہل کتاب سے مراد بنو نضیر ہیں جیسا کہ ابن جریرؒ لکھتے ہیں:

"اخرج الذین جحدوا نبوۃ محمد ﷺ من اهل الکتاب، و هم یهود بنی نضیر من دیارهم، وذالک خروجهم عن منازلهم و دورهم، حین صالحوا رسول الله ﷺ علیٰ ان یؤمنهم عن دمائهم ونسائهم و ذراریهم، و علیٰ ان لهم ما اقلت الابل من ابلهم من اموالهم،ویخلوا له دورهم، وسائراموالهم،

---

[38] سورۃ الاحزاب:10

surhal.ahzb:10

[39] ایضاً:11

abid:11

[40] ایضاً:13

abid:13

[41] تفسیر ابن جریر طبری، ج11، ص181

tfsyr ibn jaryrtabri,jld 11: 181

فاجابھم رسول اللہ ﷺ الیٰ ذالک، فخرجوا من دیارھم فمنھم من خرج الی الشام، و منھم من خرج الیٰ خیبر"[42]

بنی نضیر کے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا تھا۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ اس شرط پر صلح کی کہ ان کے خون، عورتوں اور بچوں سے اعراض نہیں کیا جائے گا۔اور وہ اپنے ساتھ وہ سامان لے جا سکیں گے جو ایک اونٹ پر لادھا جا سکتا ہے۔آپ ﷺ نے ان کی پیشکش قبول کی، تو ان میں سے کچھ شام کی طرف چلے گئے اور کچھ خیبر کی طرف۔

اسی طرح امام بخاریؒ(م:256ھ) نے بھی اس حوالے سے ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے:

"نزلت فی بنی النضیر۔"[43]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا قصور کیا تھا اور انہیں اپنے گھروں اور مالوں سے کیوں نکالا گیا؟،اس کا پس منظر بئرِ معونہ کا واقعہ تھا۔

بئرِ معونہ کا واقعہ

یہاں بئرِ معونہ کے وقعے کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے تاکہ بنو نضیر کے معاملے کی صورت حال واضح ہو۔ابن ہشام نے اس کے متعلق جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عامر بن مالک رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آیا، آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے اسلام تو قبول نہیں کیا لیکن اسلام سے نفرت کا اظہار بھی نہیں کیا، نیز اس نے کہا کہ اگر آپؐ ان کے ساتھ کچھ آدمیوں کو اسلام کی دعوت کے لئے بھیج دیں تو مجھے یقین ہے کہ اہل نجد اسلام قبول کر لیں گے۔اس

---

[42] تفسیر ابن جریر طبری، سورۃ الحشر:2،ج14،ص36

tfsyr ibn jaryrtabri, surhal.hashr:2,jld 11:36

[43] امام بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری، صحیح بخاری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1430ھ/2009ء، کتاب التفسیر، سورۃ الحشر، رقم:4882، ص912

Imam bukhri, abuabdallhmhmdbnismylbnibrhmal.bkhri, sahihal.bkhri, daral.ktbilmya, byrut, 1430h/2009, kitbal.tfsyr, surh al.hashr,rqm:4882:912

دعوت پر رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ چالیس افراد کو بھیج دیا۔ راستے میں بئر معونہ میں قیام کیا، جو بنو عامر اور بنو سلیم کے درمیان کے علاقے میں واقع ہے۔ مسلمانوں نے صحابی رسولؐ حرام بن ملحانؓ کو خط دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ اس نے بغیر خط دیکھے اور بات کئے اپنے قبیلے والوں کو پکارا، لیکن بنو عامر نے اس کو قبول نہیں کیا اس وجہ سے کہ جب ابو براء مالک بن عامر نے مسلمانوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے تو ہم وعدے کو نہیں توڑ سکتے۔ اس کے بعد اس نے بنو سلیم کے لوگوں کو پکارا، جنہوں نے مالک بن عامر کی پکار پر لبیک کہا اور مسلمانوں کا محاصرہ کر کے سب کو دھوکے سے قتل کر دیا، سوائے کعب بن زیدؓ کے جو کسی طرح اپنی جان بچا کر آئے، اگرچہ کافی زخمی ہو چکے تھے۔[44]

رسول اللہ ﷺ کی بنو نضیر آمد

چونکہ بنو عامر اور بنو نضیر کے مابین معاہدہ تھا اور وہ ایک دوسرے کے حلیف تھے، اس لئے رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور بنو عامر کے ان دو آدمیوں کے خون بہا کے بارے میں بات کی جنہیں عمرو بن امیہ نے عہد نامہ کے متعلق بے خبری کے باعث قتل کر دیا تھا۔ بنو نضیر نے کہا کہ جیسا آپؐ کہتے ہیں ہم ویسا ہی کریں گے لیکن پھر رسول اللہ ﷺ کے خلاف خفیہ سازش کرنے لگے اور مکان کے چھت کے اوپر سے رسول اللہ ﷺ پر پتھر پھینکنے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سازش کی خبر آپؐ کو دی اور آپؐ مدینہ کے لئے واپس روانہ ہو گئے۔[45]

رسول اللہ ﷺ کا جنگ کا ارادہ کرنا

رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مَسلمہ کو بنو نضیر کے پاس بھیجا اور ان سے کہا کہ تمہارے پاس دس دن کی مہلت ہے اپنے شہروں سے نکلا جاؤ، اس کے بعد اگر کوئی نظر آیا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ اس کے بعد عبداللہ بن اُبی نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنے شہر سے نہ نکلو، میں ایک ہزار آدمیوں سے تمہاری مدد کروں گا۔ اس کے بعد انہوں نے رسول

---

[44] ابن ہشام، محمد عبدالملک بن ہشام، سیرۃ النبی لابن ہشام (سیرت ابن ہشام)، ترجمہ: مولوی قطب الدین، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 1436ھ/2015ء، ج2، ص193تا195

Ibn hshm,mhmdbnabdalmlkbnhishm, sirtal.nbi li ibn hishm, trjma: qtbal.din, al.fyslnshrn w tjranktb, lhr, 1436h/2015, jld2:193-195

[45] تاریخ طبری، ج2، ص200

tarkhtabri, jld 2:200

اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم نہیں نکلیں گے تم جو کچھ کر سکتے ہو، کر لو۔ ابن اُبی ان کی مدد کے لئے نہیں آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا، جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا:

"نحن نخرج من بلادک ، فقال: لا اقبله الیوم و لٰکن اخرجوا منها و لکم دماءکم وما حملت الابل الا الحلقة ، -----۔ و کانوا یخربون بیوتهم بایدیهم ثم اجلاهم الی المدینة"[46]

اس کے بعد وہ مدینہ سے نکلے اور اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں مسمار کر رہے تھے۔

یہ ہیں وہ حالات جن میں بنو نضیر کو ان کے گھروں اور زمینوں سے نکالا گیا، گورڈن ڈی نکل صاحب اگر یہ تفصیلات بھی ساتھ میں پیش کرتے تو بات بہت واضح ہو جاتی جس میں کوئی ابہام نہ رہتا، لیکن یہاں تو آدھی بات کرنے کی عادت ہے ، کیوں کہ مکمل بات کی جائے گی تو مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

لفظ "جبار" کے معنیٰ اور مفہوم

گورڈن ڈی نکل نے لفظ "جبّار" کا لُغوی معنیٰ "ظالم" سے کیا ہے، حالانکہ عربی لغت میں اس لفظ کے صرف یہی ایک معنیٰ نہیں ہے بلکہ اور بھی کئی معنیٰ ہیں۔ نیز اس کے اصل میں اصلاح کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ علامہ راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں:

" اصل الجبر اصلاح الشئ -------۔ و قد قیل جبرته فجبر کقول شاعر قد جبر الدین الٰه فجبر، هٰذا قول اکثر اهل اللغة"[47]

جبر اصل میں کسی شے کی اصلاح کو کہتے ہیں۔-----۔اور کہا گیا ہے کہ میں نے اس کی اصلاح کی تو اس کی اصلاح ہو گئی، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے، اللہ نے دین کی اصلاح کی اور ہو گئی۔ یہ قول اکثر اہل لغت کا ہے۔

ابن منظور افریقیؒ لکھتے ہیں:

"الجبّار، العالی فوق خلقه"[48]

---

[46] طبقات ابن سعد، ج2، ص44

tabqt ibn sad, jld:44

[47] اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، مادہ: جبر

asfhni, imam rghib. Al.mfrdt fi ghrb al. qurn, mda:jbr

[48] افریقی، ابن منظور محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، دار الحدیث، قاہرہ، 1434ھ/2013ء، ج2، ص15، مادہ: جبر

اپنی مخلوق پر عالی۔

اسی طرح قوماً جبارین اور رجل جبار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اراد الطول والقوة والعَظمَ۔۔۔۔۔۔۔طویلاً، عظیماً، قویاً"[49]

یعنی اس سے مراد ہے لمبائی، طاقت اور بڑائی۔ یعنی لمبا، عظیم اور طاقت ور آدمی۔

اسی طرح علامہ ابن جریرؒ نے قتادہؒ کا قول نقل کیا ہے:

"الجبّار: یعنی المصلح امور خلقه، المصرفهم فیما فیه صلاحهم وكان قتاده يقول: جبر خلقه علیٰ ما یشاء من امره"[50]

یعنی اپنی مخلوق کے معالات کی اصلاح کرنے والا، ان کی اصلاح پر قدرت رکھنے والا۔ اور قتادہؒ کہا کرتے تھے وہ اپنے حکم سے جس طرح چاہتا ہے بندوں کی اصلاح کرتا ہے۔

علامہ ابوحیان الاندلسیؒ (م:745ھ) لکھتے ہیں:

"وقیل : هو من الجبر، و هو الاصلاح، جبرت العظم اصلحته بعد الكسر"[51]

کہا گیا ہے کہ یہ جبر سے ہے جس کا معنی ہے اصلاح کرنا۔ جبرت العظم کا معنی ہے میں نے ہڈیوں کو ٹوٹنے کے بعد درست کر دیا۔

علامہ ابن الجوزیؒ نے اس حوالے سے چار اقوال ذکر کئے ہیں:

---

afrqi, ibn mnzr, mhmdbnmukrmbnali,lsanal.arb, daral.hads, qahra, 1434h/2013, jld2:15,mda:jbr

[49] ایضاً

Abid.

[50] تفسیر ابن جریر طبری، ج14، ص70، سورۃ الحشر:23

tfsyr ibn jryrtbri, jld 14:70, surhal.hashr:23

[51] اندلسی، ابوحیان محمد بن یوسف، تفسیر البحر المحیط، تحقیق: ڈاکٹر عبد المجید النوتی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1431ھ/2010ء، ج8، ص249، سورۃ الحشر:23

undlsi, abuhynmhmdbnyusf, tfsyral.bhr al. muht,thqiq: drabd a. mjidal.nuti, daral.ktbal.ilmya, byrut, 1431h/2010:249, surh al.hashr:23

"احدها انه العظيم ، قاله ابن العباس، والثانی: انه الذی يقهر الناس و يجبرهم علیٰ ما يريد، قاله القرظی والسدی، وقال قتادہ: جبر خلقه علیٰ مايشاء، و حکی الخطابی: انه الذی جبر الخلق علیٰ ما اراد من امره و نهيه،يقال : جبره السلطان ، واجبره ، والثالث: انه الذی جبر مفاقر الخلق ، وکفاهم اسباب المعاش والرزق، والرابع: انه العالی فوق خلقه ، من قولهم تجبر النبات : اذا طال و علا، ذکر القولين الخطابی"[52]

ایک معنی ہے عظیم، یہ قولا ابن عباسؓ کا ہے۔ دوسرا معنی ہے لوگوں پر غالب، یہ قول قرظیؒ اور سدیؒ کا ہے۔ قتادہؒ نے کہا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی جس طرح چاہتا ہے اصلاح کرتا ہے۔

علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں:

"القاهر الذی جبر علیٰ خلقه علیٰ ما اراد، ای اجبره"[53]

وہ غالب ذات جو اپنی مخلوق پر جس طرح چاہے غلبہ پاسکتا ہے۔

لہٰذا لفظ "جبّار" کے اصل معنی وہ نہیں ہے جو گورڈن ڈی نکل نے پیش کئے ہیں بلکہ اس لفظ کے اصل معنی اور ہے جس میں اصلاح کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات انہی معنوں میں جبار ہے، یعنی وہ مخلوق کی اصلاح کرتا ہے اور مخلوق کے اوپر غالب ہے۔ وہ عظیم ہے۔ اپنی مخلوق پر اسے مکمل دسترس اور غلبہ حاصل ہے اور جس طرح چاہتا ہے اپنا حکم جاری کرتا ہے۔ وہ ظالم نہیں ہے، اگر سزا دیتا ہے تو مخلوق کے کرتوتوں اور اعمال کی بنیاد پر دیتا ہے جیسا کی قرآن کی بہت سے آیات سے یہ مضمون واضح ہے۔ لہٰذا گورڈن ڈی نکل کی رائے اس معاملے میں درست نہیں ہے۔

اس بحث کے بعد بائبل میں خالق کی تصویر کا جائزہ لیا جاتا اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ بائبل نے خالق کی جو تصویر اس حوالے سے پیش کی ہے وہ ایک درست تصویر ہے یا قرآن کی پیش کردہ تصویر۔

---

[52] ابن الجوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ج8، ص32، سورۃ الحشر: 23

Ibn al. juzi, zdal.msyr fi ilmal.tfsyr, jld8:32, surh al.hashr:23

[53] الزمخشری، جاراللہ محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل، تحقیق؛ محمد عبدالسلام شاہین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1430ھ/2009ء، ج4، ص497، سورۃ الحشر: 23

Al.zmkshri, jar ullhmehmdbnumr, al.kashf un haqyqal.tnzylwauynal.aqawyl fi wjuhial. twil, thqiq: mhmdabdaslmshahn, daral.ktb al. ilmya, byrut, 1430h/2009,jld 4:497, surh al.hashr:23

خالق کی تصویر بائبل کی روشنی میں

بائبل میں خالق کی نہایت ہی عجیب تصویر پیش کی گئی ہے جو قرآن کے پیش کردہ تصویر سے یقیناً مختلف ہے۔ بائبل کے مطابق خالق ابتداء ہی سے اپنے بندوں کو سزائیں دیتا ہے۔ مثلاً آدمؑ و حواؑ کو جنت میں رکھنے کے بعد شیطان سانپ کی شکل میں آکر حواؑ کو اکساتا ہے کہ خدا کہتا ہے کہ تم اس باغ کے پھل نہیں کھاؤ گے، عورت کہتی ہے کہ خدا نے تمام درختوں کے پھلوں سے منع کیا صرف اس درمیان والے درخت سے منع کیا ہے، اگر ہم وہ کھالیں تو مر جائیں گے۔ سانپ کہتا ہے:

"You shall not surely die"[54]

"سانپ کہتا ہے کہ تم نہیں مروگے"۔ اس کے بعد جب عورت اس درخت میں سے کھالیتی ہے تو اپنے شوہر کو بھی اکساتی ہے کہ تم بھی کھاؤ، کیوں کہ میں نے کھایا اور مجھے کچھ نہیں ہوا۔ جب شوہر کھاتا ہے تو دونوں کے کپڑے اتر جاتے ہیں اور انہیں احساس ہوتا ہے کہ ٹھیک کام نہیں کیا"۔[55]

اس فعل کے بعد خدا، سانپ کو بھی سزا دیتا ہے، عورت کو بھی اور اس کے شوہر کو بھی۔ گویا آغاز ہی سے خدا سزا دینے والا ہے۔

خالق کا مخلوق کو سزائیں دینا

سب سے پہلے سانپ کو سزا دی جاتی ہے۔

And the Lord God said unto the serpent, Because thou hast done this, thou art cursed above all cattle, and above every beast of the field; upon thy belly shall thou go, and dust shall thou eat all the days of thy life.[56]

[54] The English Bible, King James Version, Edited by Herbert Marks, W.W northern and Company, New York, 2012, P. 19, Book of Gensis3:4
[55] Ibid, Genesis 3:7
[56]Ibid 3:14

خدانے سانپ سے کہا، چونکہ تم نے یہ کام کیا ہے لہذا تم سب مویشیوں اور جانوروں سے زیادہ لعنتی ہو۔ تم اپنے پیٹ کے بل چلوگے اور تمام زندگی مٹی تمہاری خوراک ہوگی۔

اس کے بعد عورت کو سزادی جاتی ہے۔

Unto the woman he said, I will greatly multiply thy sorrow and thy conception; in sorrow thou shalt bring forth children; and thy desire shall be to thy husband, and he shall rule over thee.[57]

میں تمہارے دکھ بڑھادوں گااور تم بطور دکھ بچوں کو جنم دوں گی اور تمہاری خواہش تمہارا شوہر ہوگا،اور وہ تم پر حکومت کرے گا۔اسی طرح خدا آدمؑ کو بھی سزادیتا ہے۔

And to Adam he said: Because thou has hearkened unto the voice of thy wife and hast eaten of the tree, of which I commanded thee, saying , Thou shalt not eat of it, curse is the ground for thy sake;…………..for dust thou art and unto dust shall thou return.[58]

"اور آدم سے اس نے کہا، چونکہ تو نے اپنی بیوی کے کہنے پر اس درخت میں سے کھایا ہے جس سے میں نے منع کیا تھا ،لہٰذا زمین تیرے خاطر لعنتی ہے اور تم تمام زندگی اس کے غموں میں سے کھاؤ گے۔ اس سے تیرے لئے کانٹے بھی نکلیں گے اور تم کھیتوں کے جڑی بوٹیوں کو کھاؤ گے اور تم اپنے چہرے کے پسینے سے روٹی کھاؤ گے جب تک کہ زمین سے واپس نہ آجاؤ"۔

بائبل کا خدا ابتداء ہی سے سزائیں دیتا ہے اور رحم نہیں کھاتا، حالانکہ یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس کے قریب ہیں اور جن کو اس نے جنت میں بسایا تھا۔ لیکن ایک لغزش پر وہ ان سمیت سانپوں کی پوری نسل کو سزادیتا ہے۔ کیا یہ بات خالق کے شایان شان ہوسکتی ہے ؟۔

خالق تباہی کا ارادہ کرتا ہے

آگے جا کر نوحؑ کا زمانہ آتا ہے۔اس زمانہ میں خالق کو مخلوق کی بعض باتیں پسند نہیں ہوتی اور وہ کہتا ہے :

---

[57] Ibid, 3:16
[58] Ibid, 3:17

And the Lord said: I will destroy man whom I have created from the face of the earth; both man and beast and the creping thing, and the fowls of the air for repenteth me that I have made them.[59]

اور خالق کہتا ہے کہ میں انسان کو درندوں، رینگنے والے جانوروں، اور پرندوں سمیت سب کو تباہ کر دوں گا، اس وجہ سے کہ وہ اس بات پر نادم ہوتا ہے کہ میں نے انہیں بنایا۔

اس کے علاوہ خالق سیلاب کے ذریعے تباہی مچاتا ہے، اور اپنے نہ ماننے والوں کو تباہ کر کے فرمانبرداروں کو نجات بخشتا ہے۔[60]

خالق لعنت بھیجتا ہے

نوحؑ کی اولاد میں کنعان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

Cursed be Canaan a Servant of Servants shall he be unto his Brethren[61]

کنعان پر لعنت ہو وہ اپنے بھائیوں کا غلام رہے گا۔

اس کے ساتھ سام کے ساتھ رحمت کا برتاؤ کرتا ہے:

And he said: Blessed be the Lord God of Shem and Canaan shall be his servant.[62]

سام کے خدا پر رحمت ہو اور کنعان اس کا غلام رہے گا۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس صورت میں مذہبی دہشت گردی نہیں پھیلے گی، جب خالق ایک کو رحمت دیتا ہے اور دوسرے کو غلام بناتا ہے؟۔

سدوم کی تباہی

خالق سدوم کو تباہ کرتا ہے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کہتا ہے:

When God Destroyed the Cities of the plain……………...Abraham.[63]

---

[59] The Book of Genesis, 6:6-8
[60] Ibid, 7:1-8:19
[61] Ibid, 9:25
[62] The Book of Genesis, 9:26
[63] Ibid, 19:29

جب خدانے شہروں کو تباہ کیا، جن کا تذکرہ خدانے ابراہیم سے تذکرہ کیا تھا"۔۔اسی طرح یوسفؑ اور یعقوبؑ کے واقعے میں جو داسے کہا جاتا ہے:

Thy Hand shall be in the neck of thine Enemies.[64]

تمہارے ہاتھ تمہارے دشمن کی گردن میں ہوں گے۔

بنجمن کے بارے میں کہا جاتا ہے:

Benjamin shall Ravin as a wolf ……… the spoil.[65]

بنجمن بھیڑیئے کی طرح شکار کرے گا، صبح وہ شکار کو کھائے گا اور شام کو غنیمت تقسیم کرے گا۔

جن لوگوں سے یہ کہا جارہا ہے بائبل کے مطابق وہ خدا کے قریبی اور پسندیدہ لوگ تھے، یعنی بنی اسرائیل۔ان کے ہاتھوں کو دشمن کی گردن میں ہونا خدا کی مرضی سے ہوں گے، جبکہ گورڈن ڈی نکل کے مطابق جنگ کی راہ خدا کی راہ نہیں ہوسکتی۔

کتاب پیدائش کے بعد اب خروج کا جائزہ لیا جاتا ہے۔کتاب خروج بائبل کا دل کہلاتا ہے۔

Exodus, the heart of the Hebrew Bible.[66]

جب بائبل کی اس دل کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہاں بھی بہت سی عبارات ملتی ہیں جن میں بنی اسرائیل کی فریاد رسی کی جاتی ہے اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کی جاتی ہے۔ذیل کی عبارات ملاحظہ ہو:

فرعون کی غلامی میں جب بنی اسرائیل فریاد کرتے ہیں تو خدا ان کی فریاد سن لیتا ہے۔

and they cried, and their cry came up unto God by reason of the bondage.[67]

اسی طرح خدا اپنا وعدہ ابراہیمؑ کے ساتھ رکھتا ہے اور بنی اسرائیل کی فریاد سن لیتا ہے۔

---

[64] Ibid, 49:8
[65] Ibid, 49:27
[66] The Book of Exodus, P. 109
[67] The Book of Exodus, 2:23

And God heard their groaning ………. with Isaac and with Jacob.[68]

وہ چیختے ہیں اور خدا ان کی چیخیں سن لیتا ہے۔۔۔۔۔ خدا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے ساتھ اپنا وعدہ یاد رکھتا ہے۔ قرآن کی مذکورہ آیات میں بھی مسلمانوں کی فریاد رسی کی جاتی ہے جب وہ دشمن کے مقابلے میں اللہ سے فریاد کرتے ہیں۔ اسی طرح ابراہیمؑ کے ساتھ خدا نے زمین کا وعدہ کیا تھا۔ اس قسم کا وعدہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی کیا گیا تھا۔ اسی طرح خدا بنی اسرائیل کے ساتھ ہونے کا وعدہ کرتا ہے۔

I will be with thee.[69]

اسی طرح وعدہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی کیا گیا تھا دشمن کے مقابلے میں۔

جب موسیٰؑ کو فرعون کے پاس جانے کا کہا جاتا ہے تو اپنی زبان کی تنگی وغیرہ کی شکایت کرتا ہے۔ اس موقع پر خدا کہتا ہے:

I will be thy mouth[70]

میں تمہاری زبان ہوں گا یا میں تمہارا منہ بنوں گا۔

یہاں بھی خدا دشمن کے مقابلے میں اپنے پیغمبر کی مدد کرتا ہے۔ موسیٰؑ کو ایک قانون دان کے ساتھ ایک ساتھ ملٹری لیڈر کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

Exodus is the biblical book most effectively dominated by a single “hero” The towering figure of Moses – military leader, legislator and prophet.[71]

کتاب پیدائش میں ایک کردار غالب نظر آتا ہے، وہ ہے موسیٰؑ کی قد آور شخصیت جو ایک ملٹری لیڈر، قانون دان اور پیغمبر ہیں۔

یہاں پیغمبر ایک ملٹری لیڈر رہیں۔ ظاہری بات ہے کہ پیغمبر کا راستہ خدا کا راستہ ہوتا ہے لہٰذا اس عبارت کے مطابق لڑائی کا راستہ خدا کا راستہ ہے۔ خالق بنی اسرائیل کے لئے لڑتا ہے۔ جب بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کا منصوبہ بناتے ہیں تو اس موقع پر کہا جاتا ہے۔

The Lord shall fight for you.[72]

---

[68] Ibid, 2:24
[69] Ibid, 3:12
[70] The Book of Exodus, 4:12
[71] The English Bible, P. 109

خالق تمہارے لئے لڑے گا۔

وہ دلوں کو سخت کرتا ہے۔

I will harden the hearts of the Egyptian.[73]

میں مصریوں کے دلوں کو سخت کر دوں گا۔

خدا لڑائیوں کا آدمی ہے۔

The Lord is the man of war.[74]

خوف اور رعب دلوں میں ڈالا جاتا ہے۔

کنعان کے بارے میں پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ خدا نے انہیں لعنتی قرار دیا تھا۔ یہاں ان کے دلوں میں رعب ڈالا جاتا ہے۔

Fear and Dread shall Fall Upon them By the greatness of thine.[75]

تمہاری عظمت کی وجہ سے ان کے دلوں میں خوف اور رعب پڑے گا۔

یہ وہ عبارات ہیں جن میں خدا بنی اسرائیل کی مدد کرتا ہے۔ انہیں دشمنوں سے بچاتا ہے۔ دشمنوں کے دلوں کو سخت کرتا ہے۔ پیغمبروں سے کیا ہوا وعدہ پورا کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کے لئے لڑتا ہے وغیرہ۔ اسی طرح کے کام قرآن کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر بائبل کے ان عبارات کی وجہ سے مذہبی دہشت گردی پیدا نہیں ہوتی تو قرآن کی آیات سے کیوں ہوتی ہے؟۔

بائبل میں لفظ تلوار کا استعمال

بائبل میں تلوار کا لفظ سینکڑوں بار آیا ہے۔ یوسف ایسٹس اس بارے میں لکھتے ہیں:

The word Sword Appears Over 200 times in the Bible.[76]

---

[72] Exodus, 14:14
[73] Exodus, 14:17
[74] Ibid, 15:2
[75] Ibid, 15:16
[76] Yusuf Estes, Why do Priests and Preachers Enter Islam, Compiled by kazim Hussain Kazmi, Dar-ul- Marifa, Lahore, P. 33

"تلوار کا لفظ بائبل میں دو سو مرتبہ سے زیادہ دفعہ آیا ہے"۔ اس ضمن میں جب بائبل کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ بات سامنے ہے کہ اس لفظ کا استعمال مختلف مواقع پر کیا گیا، جن میں جنگ، خدا کی طرف سے عذاب وغیرہ کے مواقع شامل ہیں۔ ذیل کی عبارات ملاحظہ ہو۔

جب خدا کی طرف سے بنی اسرائیل کو مصر چھوڑنے کا حکم دیا جاتا ہے تو فرعون انہیں روکنے کی کوشش کرتا ہے اس موقع پر وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں سے نکلتے ہیں کیوں کہ اگر ہم خدا کا حکم مان کر نہیں نکلیں گے تو:

Lest he fall upon us with pestilence, or with the sword.[77]

اگر ہم نہیں نکلیں گے تو وہ ہم پر وبا یا تلوار مسلط کر دے گا"۔ اس آیت کے مطابق خدا تلوار مسلط کرتا ہے، اور وبا بھیجتا ہے۔

ایک موقع پر یوشعؑ ایک شہر فتح کرتا ہے اور اپنے لوگوں سے کہتا ہے:

Josua Said Unto the People Shout For the Lord hath given you the City[78]

چیخوں! کہ خدا نے تمہیں یہ شہر دے دیا۔ پھر وہ اس شہر کو جلاتے ہیں، سوائے زیوارت کے۔

They utterly destroyed all that was in the city…. with edge of the sword[79]

انہوں نے شہر کو مکمل تباہ و برباد کر دیا، اور مرد و عورت، جوان اور بوڑھے، گائے اور بیڑے اور گدھے سب تلوار کی نوک پر تھے۔

And they burnt the city with fire…………….. the gold.[80]

اور انہوں نے شہر کو جلا دیا اور جو کچھ اس میں تھا، سوائے چاندی اور سونے کے۔

عہد نامہ جدید میں لفظ تلوار کا استعمال

عہد نامہ قدیم کی ان عبارات کے بعد اب چند عبارات عہد نامہ جدید سے بھی پیش کی جاتی ہیں جن کے مطابق تلوار اور لڑائی کی بات کی گئی ہے۔ عیسیٰؑ کہتے ہیں:

Think not that I am come to send peace on earth; I came not to send peace , but a sword.[81]

---

[77] The Book of Exodus 5:3
[78] Josua 6:16
[79] Ibid 6:21
[80] Ibid 6:24

یہ خیال نہ کرو کہ میں زمین پر امن کے لئے آیا ہوں، نہیں میں امن کے لئے نہیں آیا بلکہ تلوار کے ساتھ آیا ہوں۔ایک موقع پر عیسیٰؑ کا ایک حواری اپنے مخالف کا کان کاٹتا ہے۔

One of them which were with Jesus stretched out his hand…. smote off his ear.[82]

ان میں سے ایک شخص جو عیسیٰؑ کے ساتھ تھا اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنی تلوار نکالی اور ایک کا کان کاٹ ڈالا۔

اسی طرح عیسیٰؑ اپنے حواریوں سے کہتے ہیں:

Then said he unto him, But now that he hath a purse let him take it, and likewise his scrip ;and that he no sword, let him sell his garment, and buy one.[83]

پھر اس نے کہا جس کے پاس پرس ہے وہ اسے لے اور اسی طرح اپنا سکرپ بھی اور جس کے پاس تلوار نہیں ہے وہ اپنا زیور بیچ کر ایک تلوار خرید لے۔

آگے کہتے ہیں:

And they said, Lord, behold, here are two swords. And he said unto them, it is enough.[84]

اور انہوں نے کہا دیکھئے آقا یہاں دو تلواریں ہیں،اور اس نے کہا یہ کافی ہیں۔

ان عبارات کو سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بائبل میں خالق کی جو تصویر پیش کی گئی ہے اس کے مطابق وہ دلوں میں رعب بھی ڈالتا ہے،خوف زدہ بھی کرتا ہے،اپنے ماننے والوں کی مدد بھی کرتا ہے اور ان کی دعائیں بھی سن لیتا ہے۔اس کے ساتھ جب عیسیٰؑ اپنے حواریوں سے تلوار خریدنے کا کہہ رہے ہیں۔ نیز کہہ رہے ہیں کہ وہ تلوار کے ساتھ بھیجے گئے ہیں،امن کے لئے نہیں، تو اس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ لڑائی میں خدا کی مرضی شامل ہے، کیوں کہ عیسیٰؑ کو جو حیثیت ان کے نام نہاد پیروں کاروں نے دی ہے اس کے مطابق وہ کبھی پیغمبر ہیں اور کبھی خود خدا ہیں۔ لہٰذا یہاں لڑائی میں خدا کی مرضی شامل ہو جاتی ہے۔ جس سے گورڈن ڈی نکل انکار کر رہے ہیں کہ عہد نامہ جدید کے مطابق لڑائی کا راستہ خدا کا راستہ نہیں ہو سکتا۔

[81] Mathew 10:34
[82] Ibid 26:50-52
[83] Luke 22:36
[84] Ibid 22:38

تبصرہ

درج بالا تمام بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ گورڈن ڈی نکل نے قرآن کی جن آیات کا حوالہ دیا ہے ان کی تفسیر کی طرف انہوں نے توجہ نہیں دی ہے بلکہ محض ظاہری ترجمہ پر اکتفاء کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ان آیات کے مفہوم کو غلط سمجھا ہے۔ اسی طرح انہوں نے "جبّار" کا ترجمہ "ظالم" سے کیا ہے، جو مسلمان علماء کے نزدیک درست نہیں ہے۔ گورڈن ڈی نکل کو چاہئے تھا کہ وہ اس لفظ کا ترجمہ کرنے کے لئے مسلمانوں کے لغات کا حوالہ دیتے، لیکن انہوں نے کوئی حوالہ دینے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔

انسانیت کے دلوں میں رعب اور خوف ڈالنے کی جو بات انہوں نے قرآن کے خدا سے منسوب کی ہے، اس کا پس منظر انہوں نے نہیں سمجھا، یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک وہ عجیب صفات ہیں جو خدا کی طرف قرآن میں منسوب کی گئی ہیں حالانکہ اس سے کئی زیادہ بڑھ کر رعب اور خوف اور سزائیں بائبل میں خدا کی طرف سے دی گئی ہیں۔ بلکہ بائبل کے مطابق زمین کے آباد ہونے کا آغاز ہی سزاؤں سے کیا گیا ہے، جن کی مثالیں اوپر دی جاچکی ہیں۔ عہد نامہ قدیم کے ساتھ عہد نامہ جدید میں بھی تلوار اور لڑائی کا ذکر کیا گیا ہے، جو عیسائیوں کے مطابق الہامی کتب ہیں لہٰذا لڑائیوں کا حکم بھی خدا کا تصور کیا جائے گا۔